جنابِ ثروت صولت

خالدہ ادیب خانم

ترکوں میں شاعر اور اہلِ قلم خواتین کی کبھی بھی کمی نہیں رہی۔ تیموری ترکوں میں اگر ہمیں گلبدن بیگم، جہاں آرا اور زیب النساء نظر آتی ہیں تو عثمانی ترکوں میں پندرھویں صدی کی زینب خاتون اور مہری خاتون سے لے کر موجودہ صدی کے آغاز تک لیلیٰ خانم، آنی فاطمہ، خدیجہ عفت، نقیہ شریفہ، لیلیٰ سانزہ نگار خانم (۱۸۵۶ تا ۱۹۱۸ء) اور فاطمہ عالیہ (۱۸۶۴ تا ۱۹۲۴) جیسی قادر الکلام خواتین نظر آتی ہیں، جنھوں نے شاعری کے علاوہ نثر میں بھی طبع آزمائی کی اور بعض نے فنِ خطاطی میں بھی کمال پیدا کیا۔

عثمانی خواتین نے ملّی اور معاشرتی سرگرمیوں میں بھی حصّہ لیا اور ترکی کی تاریخ میں ایسی خواتین کی تعداد بے شمار ہے جنھوں نے مساجد، مدرسے اور کتب خانے قائم کیے اور رفاہی کاموں کے لیے بڑی بڑی جائدادیں وقف کیں۔

موجودہ صدی کی اہلِ قلم ترک خواتین کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں اگرچہ نزیہہ اراز (NEZIHE ARAZ) اور خالدہ ادیب کی طرح سنجیدہ موضوعات پر لکھنے والی بھی ہیں لیکن ان کی اکثریت نے شاعری، افسانہ، ناول اور ڈرامہ کو اپنی کوششوں کا محور بنایا ہے۔ موجودہ دَور کی ترک خواتین میں سے شاعری میں شگفتہ نہال اور خالدہ نصرت نے، ناول نویسی میں معزز تحسین، سعاد درویش (۱۹۰۵ تا ۱۹۷۲ء)، کریمہ نادر، گزیدہ صابری (۱۸۸۶ تا ۱۹۴۶ء) اور پریدہ جلال نے، افسانہ نگاری میں لیلیٰ اربل اور نزیہہ میریچ نے اور ڈرامہ نگاری میں عدالت آغا اوغلو اور امینہ اشنسو (ISHINSO) نے جدید ترکی ادب میں ممتاز مقام حاصل کرلیا ہے۔ ان میں سے بعض نے بین الاقوامی ادبی مقابلوں میں کامیابی حاصل کی ہے اور بعض نے قومی ادبی مقابلوں میں انعامات حاصل کیے ہیں۔

جدید دَور کی ان ہی اہلِ قلم ترک خواتین میں ایک خالدہ ادیب خانم ہیں۔ ان باکمال خواتین کی موجودگی میں اگر انھوں نے ممتاز ترین مقام حاصل کرلیا ہے تو یہ بات ان کی علمی اور ادبی بزرگی

کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ خالدہ ادیب دراصل صرف ایک ناول نگار خاتون نہیں ہیں بلکہ انھوں نے تنقید، ادب، تاریخ، سیاست اور معاشرہ کے مسائل کو بھی اپنا موضوعِ بحث بنایا ہے اور ترکی کی سیاست اور جنگِ آزادی میں بھی عملی طور پر حصّہ لیا ہے۔ وہ ایک جامع کمالات خاتون ہیں اور یہی بات ان کو موجودہ دَور کی دوسری عظیم اہلِ قلم خواتین کے مقابلے میں نمایاں کرتی ہے۔

خالدہ ادیب خانم ۱۸۸۴ء میں استانبول کے محلے بیشکتاش میں ایک معزز اور خوش حال گھرانہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد ادیب بے محکمہ جیب ہمایوں میں چیف سکریٹری تھے۔ خالدہ کے نام کے ساتھ ادیب کا اضافہ ان کے والد کے نام کی نسبت سے ہے۔ والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ خالدہ ابھی کمسن تھیں کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور والد نے دوسری شادی کرلی جس کی وجہ سے ان کی پرورش زیادہ تر نانی کے گھر میں ہوئی۔ خالدہ جب ذرا بڑی ہوئیں تو ان کو بزمِ تر میں اور پانچ سال کی عمر میں محلے کے ایک مدرسہ میں داخل کردیا گیا۔ گھر میں بھی استاد کا انتظام تھا۔ اسی زمانے میں انھوں نے قرآن بھی ختم کرلیا۔ سات سال کی عمر میں خالدہ اسکودار میں امریکن گرلز کالج میں داخل ہوئیں لیکن یہاں ایک سال ہی پڑھا تھا کہ سلطان عبدالحمید کے ایک فرمان کے تحت کالج کی تعلیم ختم کرنی پڑی۔ ۱۸۹۷ء میں وہ دوبارہ کالج میں داخل ہوئیں اور ۱۹۰۱ء میں جب وہ سترہ سال کی تھیں کالج کی تعلیم مکمل کرلی۔

خالدہ کا ایک خوشحال گھرانے سے تعلق تھا اس لیے ان کی تعلیم صرف مدرسے تک محدود نہیں تھی بلکہ گھر پر بھی باصلاحیت اساتذہ سے پڑھنے کا انتظام تھا اور انھوں نے عربی اور انگریزی کی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس دَور کے مشہور فلسفی رضا توفیق (۱۸۶۸ء تا ۱۹۵۱ء) سے جو ترکوں میں پہلے فلسفی تھے فرانسیسی زبان اور ادب کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں جبکہ خالدہ کالج کے آخری سال میں تھیں ان کی شادی مشہور ریاضی داں صالح زکی سے ہوگئی جو کالج میں ان کے استاذ تھے۔ ۱۹۰۳ء میں ان کا پہلا لڑکا آیت اللہ پیدا ہوا اور سولہ ماہ بعد دوسرا لڑکا حکمت اللہ پیدا ہوا۔

ان کی عائلی زندگی شروع میں اچھی گزری۔ خالدہ نے ریاضی کی ایک اہم کتاب قاموسِ ریاضی کی تیاری میں اپنے شوہر کی مدد کی۔ اس زمانے میں ان کے مضامین خالدہ صالح کے نام سے شائع ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں ان کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا۔ ۱۹۰۸ء میں مشروطیت کے قیام کے بعد

اخبار تانن (TANIN) میں شائع ہونے والے ان کے مضامین کو علما کے ایک طبقہ نے پسند نہیں کیا اور جب ۳۱ مارچ 1919 کو انجمن اتحاد ترقی کی حکومت کے خلاف بغاوت ہوئی تو یہ افواہ پھیل گئی کہ خالدہ خانم کو قتل کر دیا جائے گا۔ قتل کے خوف سے خالدہ ادیب نے پہلے اسکودار کے سلطان تپہ میں اور پھر امریکن کالج میں پناہ حاصل کی اور کچھ دن بعد بچوں کے ساتھ مصر چلی گئیں اور وہاں سے انگلستان۔[۱]

انگلستان سے واپسی کے بعد انھوں نے ۱۹۱۰ میں اپنے شوہر صالح زکی سے طلاق لے لی۔ کیونکہ وہ دوسری شادی کرنا چاہتے تھے۔ طلاق لینے کے بعد خالدہ ادیب نے استانبول میں معلمات کے ایک مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا۔ جلد ہی جنگ بلقان شروع ہوگئی جس کے دوران خالدہ ادیب نے تعالیٔ نسواں کے نام سے عورتوں کی ایک جمعیت قائم کی اور اس کے ذریعہ مختلف امدادی کاموں میں حصہ لینے لگیں۔

جنگ بلقان ہی کے زمانے میں ان کی ملاقات ضیا گوک الپ، یوسف آقچورہ، احمد آغا اوغلو اور حمد اللہ صبحی سے ہوئی جو ترک قوم پرستوں کی انجمن "تورک اوجاغی"[۲] کے سرگرم رکن تھے۔

---

[۱] یہ بغاوت ترکی میں "۳۱ مارچ کا واقعہ" کے نام سے مشہور ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کے مخالفوں اور کچھ فوجیوں نے مذہبی گروہوں کے ساتھ مل کر پارلیمنٹ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ انجمن اتحاد و ترقی کے ارکان سے حکومت واپس لینے اور اسلامی قوانین کے اجرا کا مطالبہ کیا گیا اور اخبار تانن کا دفتر جلا دیا گیا۔ یہ بغاوت قبرص کے درویش وحدتی کی قیادت میں ہوئی تھی۔ دس بارہ روز بعد محمود شوکت پاشا نے مقدونیہ سے استنبول آکر بغاوت فرو کر دی۔ درویش وحدتی کو پھانسی دے دی گئی۔ بدیع الزمان نورسی پر بھی بغاوت کا الزام لگایا گیا لیکن عدالت نے ان کو بری کر دیا۔

[۲] تورک اوجاغی ترک قوم پرستوں کی انجمن تھی اور گنج قلملر (یعنی نوجوان اہل قلم) نامی رسالہ شائع کرتی تھی جس کا مقصد ترکوں میں قوم پرستی کا شعور پیدا کرنا اور اس شعور کے مطابق نیا ادب تخلیق کرنا تھا۔ اس کے ممبروں میں دو یعنی یوسف آقچورہ (۱۸۷۹ء تا ۱۹۳۵ء) اور احمد آغا اوغلو (۱۸۶۹ء تا ۱۹۳۶ء) بالترتیب روس کے علاقے قازان اور آذر بائیجان سے تعلق رکھتے تھے اور اتحادیوں کی تحریک کے علمبردار تھے۔ دونوں ترکی میں آباد ہو گئے تھے۔ یوسف آقچورہ ترکی زبان کو عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط میں لکھنے کے پرجوش علمبردار تھے۔

ان لوگوں کے خصوصاً یوسف آقچورہ کے زیر اثر خالدہ ادیب نے اپنی مشہور ناول یعنی توران (نیا توران) لکھی۔

جنگِ بلقان سے جنگِ عظیم کے ابتدائی دور تک خالدہ خانم کا زمانہ زیادہ تر رفاہی کاموں میں گزرا۔ ایک طرف انھوں نے جمعیت تعالیٔ نسواں کے تحت شفاخانے قائم کیے۔ دوسری طرف انھوں نے محکمۂ اوقاف کے تحت مدرسے قائم کیے۔ ان کی یہ نمایاں خدمات چھپی نہیں رہ سکتی تھیں۔ چنانچہ جمال پاشا نے لبنان اور شام میں خواتین کے مدرسے قائم کرنے کا کام ان کے سپرد کیا۔ وہ ۱۹۱۶ میں بیروت چلی گئیں جہاں ان کو شام و لبنان میں خواتین کے مدرسوں کا انسپکٹر جنرل بنا دیا گیا۔ وہ ابھی لبنان ہی میں تھیں کہ ان کے والد نے ان کی خواہش کے مطابق ڈاکٹر عدنان آدیوار سے ان کی شادی کردی۔ یہ شادی ۲۹ اپریل ۱۹۱۷ کو ہوئی۔ اس کے بعد اگلے سال خالدہ ادیب جو اب خالدہ آدیوار ہوگئی تھیں، ۱۴ مارچ کو لبنان سے استانبول واپس آگئیں۔

ڈاکٹر عدنان آدیوار (۱۸۸۱ء تا ۱۹۵۵ء) ترکی کی علمی تاریخ میں ممتاز مقام کے مالک ہیں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۹ء تک وہ ترکی جمہوریہ میں وزیر بھی رہے۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۵ء تک ترکی زبان کی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (اسلام انسئی کلوپیڈیسی) کی مجلسِ ادارت کے سربراہ رہے۔ ان کی تصانیف میں ذیل کی تین کتابیں بہت اہم ہیں۔ (۱) عثمانی ترکوں میں علم و حکمت۔ (۲) علم اور دین۔ (۳) فاؤسٹ کا تجزیہ و تحلیل۔

۱۹۱۸ سے ۱۹۲۲ تک کا زمانہ ترکی کی تاریخ کا بڑا نازک اور اہم زمانہ ہے۔ جنگِ عظیم میں ترکی کی شکست کے بعد استانبول پر اتحادی فوجیں قابض ہو چکی تھیں اور مغربی قومیں عرب ملکوں کے حصے بخرے کرنے کے ساتھ ترکی کے حصے بخرے کرنے کی بھی کوششیں کر رہی تھیں۔ اس موقع پر جب اناطولیہ میں ترکوں نے آزادی کی مسلح جدوجہد شروع کی تو خالدہ خانم نے اس میں اپنی بساط کے مطابق عملی حصہ لیا۔ انھوں نے ایک طرف عام جلسوں میں جو جامع فاتح اور جامع سلطان احمد کے میدانوں میں ہوئے، پُرجوش تقریریں کیں۔ ان تقریروں کی وجہ سے خالدہ خانم کا نام ممتاز خطیبوں میں ہوتا ہے۔ سلطان احمد کے جلسہ عام میں جو ۶ رجون ۱۹۱۹ کو ہوا تھا، حاضرین کی تعداد دو لاکھ تھی۔ دوسری طرف خالدہ خانم نے قراقول نامی خفیہ دستہ میں شامل ہو کر اناطولیہ تک اسلحہ پہنچانے کے کام میں عملی حصہ لیا۔

استانبول میں قیام کے زمانے میں یعنی ۱۹۱۸ اور ۱۹۱۹ میں اگرچہ وہ استانبول یونیورسٹی کے شعبۂ ادبیات میں مغربی ادب کی پروفیسر ہو گئی تھیں لیکن اس نازک موقع پر جبکہ اناطولیہ میں جنگِ آزادی کا آغاز ہو چکا تھا، وہ خود کو اس جنگ سے بے تعلق نہیں رکھنا چاہتی تھیں۔ چنانچہ انھوں نے اناطولیہ جا کر تحریکِ آزادی میں عملی طور پر حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ وہ مختلف مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود کسی نہ کسی طرح ۲ اپریل ۱۹۲۰ کو انقرہ پہنچ گئیں۔ انقرہ میں مصطفےٰ کمال نے ان کا خیر مقدم کیا اور انھیں ترجمے اور صحافتی نوعیت کے مختلف کام سپرد کیے۔

جنوری ۱۹۲۱ میں جنگ انونو کے موقع پر خالدہ ادیب نے ہلال احمر کے تحت محاذِ جنگ پر مریضوں کی دیکھ بھال کی۔ وہاں سے واپسی پر انقرہ میں نرسنگ کے فرائض انجام دیے۔ ۱۶ اگست ۱۹۲۱ کو انھوں نے مصطفےٰ کمال کو تار دیا کہ وہ محاذِ جنگ پر کام کرنا چاہتی ہیں۔ چنانچہ ان کو محاذ پر بھیج دیا گیا اور سقاریہ کی فیصلہ کن جنگ کے زمانہ میں ان کو اون باشی یعنی کارپورل کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔ انھوں نے اس کمیٹی میں بھی کام کیا جو یونانیوں کے مظالم کی تحقیقات کے لیے قائم کی گئی تھی۔ خالدہ خانم جنگِ آزادی کے خاتمہ تک محاذِ جنگ کے ہیڈ کوارٹر میں رہیں اور ۳۰ اگست ۱۹۲۲ کو "عظیم فتح" کے بعد فوج کے ساتھ ازمیر میں داخل ہوئیں۔ ازمیر کی طرف اس پیش قدمی کے دوران ان کو چاوش کے عہدے پر اور ازمیر میں داخلہ کے بعد باش چاوش کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ یہ ان کی خدمات کا واضح اعتراف تھا۔ مصطفےٰ کمال نے بھی ایک تار کے ذریعہ ان کی خدمات کو سراہا۔ خالدہ ادیب نے جنگِ آزادی کے ہیجان خیز واقعات اپنی خود نوشت سوانح "ترکوں کی آگ سے آزمائش" اور ایک ناول "آتشیں قمیص" میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

قیامِ جمہوریہ کے بعد خالدہ ادیب اپنے شوہر کے ساتھ باہر چلی گئیں۔ لیکن ان کے وطن سے اس طرح چلے جانے کا ایک پس منظر ہے۔ خالدہ ادیب اور ان کے شوہر اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو خلافت کو ختم کرنے کے خلاف تھا اور جس کی رہنمائی رؤف بے (۱۸۸۱ء تا ۱۹۶۰ء) اور کاظم قرہ بکر پاشا کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں یہ لوگ برطانوی طرز کی پارلیمانی جمہوریت قائم کرنا چاہتے تھے جس میں حزبِ اختلاف کو صحیح طور پر کام کرنے کا موقع ملے۔ لیکن اتاترک کا رجحان سیکولرازم، یک جماعتی نظام اور نیم آمرانہ طرزِ حکومت کی طرف تھا۔ اس لیے تحریکِ آزادی کے زمانے کے بہت سے

لوگ مایوس ہو کر ملک سے باہر چلے گئے۔ ڈاکٹر عدنان اور ان کی اہلیہ خالدہ ادیب بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھیں۔ بعد میں ۱۹۲۴ میں سعید کردی کی بغاوت کے بعد اتاترک نے جن ڈیڑھ سو افراد کو جلاوطن کر دیا ان میں رؤف پاشا، ڈاکٹر عدنان اور خالدہ ادیب بھی شامل تھیں۔

خالدہ ادیب اور ان کے شوہر پندرہ سال ترکی سے باہر رہے۔ اس دوران میں انھوں نے چار سال انگلستان میں اور گیارہ سال فرانس میں گزارے۔ علاوہ ازیں انھوں نے یورپ میں قیام کے زمانے میں کئی ملکوں کا دورہ بھی کیا اور مختلف یونیورسٹیوں میں ترکی تاریخ، سیاست اور ادب کے موضوعات پر لکچر دیے۔ مثال کے طور پر ۱۹۳۲ میں انھوں نے امریکہ جا کر وہاں کی کولمبیا، ییل اور مشی گن یونیورسٹیوں میں لکچر دیے۔ ۱۹۳۵ میں وہ برعظیم پاک و ہند آئیں۔ مظفر اوئی گونیر (MUZAFFAR UYGUNER) نے خالدہ ادیب سے متعلق اپنے ترکی کتابچے میں لکھا ہے کہ خالدہ ادیب نے یہ دورہ گاندھی جی کی دعوت پر کیا تھا اور دہلی یونیورسٹی میں انھوں نے لکچر دیے تھے۔ بعض اور ترکی کتابوں میں بھی اسی کا اعادہ کیا گیا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ خالدہ ادیب نے دراصل یہ دورہ ڈاکٹر انصاری مرحوم کی دعوت پر کیا تھا جن کی جنگِ بلقان کے زمانے میں ۱۹۱۲ میں خالدہ ادیب سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ اسی طرح انھوں نے لکچر دہلی یونیورسٹی میں نہیں بلکہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی میں تعلیمی مرکز کے ہال واقع قرول باغ میں دیے تھے۔ ان لکچروں کی تعداد آٹھ ہے۔ یہ لکچر جنوری اور فروری میں دیے گئے تھے۔ اور ہر تقریر کے موقع پر ملک کا کوئی ایک ممتاز رہنما صدارت کرتا تھا۔ علامہ اقبال اور گاندھی جی نے بھی ایک ایک لکچر کی صدارت کی۔ میں اس زمانے میں جامعہ ملیہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اس لیے مجھے ان کے بعض لکچر سننے کا اور بشیر منزل کے دارالاقامہ میں خالدہ ادیب خانم سے مصافحہ کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اسی سال یہ تقریریں ڈاکٹر انصاری کے مقدمہ کے ساتھ انگریزی میں شائع کر دی گئیں اور پھر ان کا اردو ترجمہ خطباتِ خالدہ خانم کے نام سے مکتبۂ جامعہ دہلی سے شائع ہوا۔

اس موقع پر خالدہ ادیب نے لاہور، پشاور، علی گڑھ، بنارس، حیدرآباد دکن اور کلکتہ کا دورہ بھی کیا اور وہاں کی یونیورسٹیوں میں تقریریں بھی کیں۔ اپنے اس سفرِ ہند کی روداد خالدہ ادیب نے ایک کتاب (INSIDE INDIA) میں قلم بند کی جس کا اردو ترجمہ "اندرونِ ہند" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

اتاترک کے انتقال کے بعد جب جلاوطن افراد پر سے پابندی اٹھ گئی تو خالدہ ادیب اور ان کے

شوہر ترکی واپس آگئے اور ۲۰ دسمبر ۱۹۳۹ کو استانبول یونیورسٹی میں خالدہ ادیب کا انگریزی کے پروفیسر کی حیثیت سے تقرر ہوگیا۔ گیارہ سال تک یہ خدمت انجام دینے کے بعد انھوں نے یہ ملازمت ختم کردی اور مئی ۱۹۵۰ میں ازمیر سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے ترکی کی مجلس کبیر ملی کی رکن منتخب ہو گئیں۔ لیکن چار سال بعد جنوری ۱۹۵۴ میں پارلیمنٹ کی رکنیت ترک کرکے پھر استانبول یونیورسٹی میں واپس آگئیں۔ اگلے سال یکم جولائی ۱۹۵۵ کو ان کے شوہر ڈاکٹر عدنان آدیوار کا انتقال ہوگیا۔ اب خالدہ ادیب خانم بہت کمزور ہو چکی تھیں اور ان کی زندگی کے باقی نو سال بیماریوں سے جنگ میں گزرے۔ لیکن تصنیف و تالیف کا کام اس زمانے میں بھی جاری رہا اور اس مدت میں انھوں نے کئی کتابیں مکمل کیں جن میں ایک ان کے شوہر اور ترک دانشور ڈاکٹر عدنان کی سوانح بھی ہے۔

۹ جنوری ۱۹۶۴ کو جمعرات کے دن ۴ بجے وہ اپنے رب سے جا ملیں۔ اگلے دن استانبول کے مرکز آفندی نامی قبرستان میں سپرد خاک کردی گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تصانیف

خالدہ ادیب نے اپنے وطن کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اگرچہ قابل قدر ہیں لیکن ان کی شہرت کی حقیقی بنیاد ان کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔ انھوں نے ایک ایسے گھرانے میں پرورش پائی تھی جو علمی ذوق رکھتا تھا۔ ان کے نانا کے ہاتھ میں ہمیشہ کتاب رہتی تھی اور نانی کتابیں پڑھنے کے علاوہ کہانیاں اور نظمیں لکھتی بھی تھیں۔ خالدہ اپنے اتالیق لالہ احمد آغا سے بطال غازی اور ابو مسلم خراسانی کی داستانیں سنتی تھیں جو ترکی زبان کی مشہور داستانیں ہیں "سرانجام موت" اور "افریقہ کا سیاحت نامہ" وہ کتابیں ہیں جو انھوں نے سب سے پہلے پڑھیں۔ گھر پر تعلیم کا معقول انتظام ہونے کی وجہ سے خالدہ خانم کی انگریزی کی صلاحیت بہت اچھی ہوگئی تھی اور تیرہ سال کی عمر میں وہ اس قابل ہوگئی تھیں کہ انھوں نے ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ "ماں" کے نام ترکی میں کرلیا۔ یہ کتاب جو ۱۸۹۷ میں شائع ہوئی خالدہ ادیب کی پہلی کتاب ہے۔ اگرچہ اس پر دوسروں نے نظر ثانی کی تھی۔ ۱۹۰۸ سے انھوں نے باقاعدہ مضمون نگاری شروع کی اور اگلے سال ان کی پہلی تصنیف "رائق کی والدہ" جو ایک ناول ہے، شائع ہوئی۔ اس کے بعد وہ اپنی موت تک مسلسل لکھتی رہیں اور نصف صدی کی مدت میں انھوں نے تقریباً پچاس کتابیں لکھیں یا ترجمہ کیں۔ خالدہ ادیب نے انگریزی اور فرانسیسی

ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ شادی کے بعد انھوں نے فرانسیسی ادیب زولا اور دودسے کی کتابیں اور انگریزی مصنف کانن ڈائل کی داستانیں بڑی دلچسپی سے پڑھیں۔ انگریزی میں وہ شیکسپیر اور انجیل کے اندازِ بیان کو پسند کرتی تھیں اور فرانسیسی میں موپاسان اور دودسے ان کے پسندیدہ مصنف تھے۔ ان کے پسندیدہ موضوع ملکی مسائل و افکار، تنقید، ادب اور معاشرے کے مسائل تھے ملکی مسائل، افکار اور ادب پر انھوں نے سنجیدہ اور علمی کتابیں لکھیں اور معاشرے کے مسائل کو اپنی ناولوں کا موضوع بنایا۔

ناول کے متعلق انھوں نے اپنا نقطۂ نظر اس طرح بیان کیا ہے:

"ناول زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتا ہے۔ اس لیے فن کار کا فرض ہے کہ وہ واقعات کا معروضی انداز میں مطالعہ کرے اور اپنے ذاتی جذبات و احساسات سے بے تعلق رہے۔"

خالدہ ادیب نے اپنی ابتدائی ناولوں میں خواتین کے جذبات اور احساسات سے بحث کی ہے۔ اس کے بعد کی ناولوں میں جنگِ آزادی کے واقعات اور ترکوں کے نصب العین کو انھوں نے موضوعِ بحث بنایا ہے اور آخری دور کی ناولوں میں انھوں نے معاشرتی مسائل پر توجہ دی ہے۔ خالدہ خانم ان ناولوں میں مرد و زن کی مساوات کی قائل نظر آتی ہیں۔ وہ دین کو بھی اہمیت دیتی ہیں اور جہاں بھی موقع ملتا ہے اس کی اہمیت واضح کر دیتی ہیں۔ وہ مادہ پرستی اور مارکسی نقطۂ نظر کے خلاف ہیں۔ مغرب پرستی کے موضوع سے بھی ناولوں میں بحث کی گئی ہے۔ مذہب سے متعلق ان کے نظریات "V URUN KAHPEYE"، تاتارجک، سون سوز پنابیر (نہ ختم ہونے والا میلہ) اور زینو کے لڑکے" نامی ناولوں میں نظر آتے ہیں۔ ان کی آپ بیتی "مور سالکم لی ایلو" (MOR SALKIMLI EV) میں بھی دین کے موضوع پر وضاحت سے بحث کی گئی ہے۔

خالدہ ادیب کے ناولوں میں واقعات الجھے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کا موضوع اگرچہ بیشتر صورتوں میں عشق ہے لیکن خواتین کی اکثریت خاتونِ خانہ ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین کو انھوں نے بہت کم موضوع بحث بنایا ہے۔ ابتدائی ناولوں میں خواتین نمایاں نظر آتی ہیں لیکن بعد کی ناولوں میں مرد بیش بیش نظر آتے ہیں۔ مرد تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ ماحول زیادہ تر استنبول کا ہے۔ ان لوگوں پر سخت تنقید کی گئی ہے جو مذہب کو اپنی اغراض کے لیے آلۂ کار بناتے ہیں لیکن اس قسم کی بحث میں

وہ مولویوں کو نشانہ بناتی ہیں سیاست دانوں کو نہیں۔ وہ اپنی تصانیف میں ایک اعلیٰ درجہ کی فنکار نظر آتی ہیں اور اپنے اسلوب میں منفرد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا شمار ترکی کے صفِ اوّل کے ناول نگاروں میں کیا جاتا ہے اور یہ واضح ہے کہ ترک ناول نگار مغرب کے بہترین ناول نگاروں سے کسی لحاظ سے کمتر نہیں۔ آپ بیتی، تنقیدی اور ادبی کتابوں اور ترجموں کو چھوڑ کر وہ بیس ناولوں، افسانوں کے تین مجموعوں اور ڈراموں کی مصنفہ ہیں۔ ان کی تصانیف کی مکمل فہرست ذیل میں درج ہے۔ کتاب کے آگے جو سال دیا گیا ہے وہ پہلے ایڈیشن کا ہے۔

سرگزشت

۱۔ مور ساالکم لی ایو۔ (۱۹۶۳ء)

۲۔ ترکون آتش لے امتحان۔ (ترکوں کا آگ سے امتحان)۔ ۱۹۶۲ء

یہ دونوں کتابیں خالدہ خانم کی آپ بیتی ہیں۔ پہلی کتاب میں پیدائش سے ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ تک کے حالات لکھے ہیں اور دوسری میں اس کے بعد سے ۱۹۲۲ تک کے واقعات ہیں علاوہ ازیں انھوں نے ۱۹۵۵ میں ینی استانبول نامی اخبار میں "دیارِ عرب اور لبنان" کے عنوان سے اپنے لبنان کے قیام کے زمانے کے واقعات کو تفصیل سے قسط وار لکھا جو کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئے لیکن "مور ساالکم لی ایو" میں ان کا مختصر تذکرہ ہے۔

تنقید و تجزیہ

۳۔ انگریزی ادب کی تاریخ۔ پہلی جلد ۱۹۴۰ میں دوسری ۱۹۴۶ میں اور تیسری ۱۹۴۹ میں شائع ہوئی۔

۴۔ یونیورسٹی کفاسی د تنقید۔ (۱۹۴۲)

۵۔ ادب میں ترجمہ کا کردار۔ (۱۹۴۴)

۶۔ سانار سے دیری یورم حقندہ۔ (تم کو رلئے دیتا ہوں کے بارے میں) ۱۹۵۱

۷۔ ترکی میں مشرق و مغرب اور امریکہ کے اثرات۔ (۱۹۵۵) یہ کتاب ان کے انگریزی خطبات اور TURKEY FACES WEST نامی کتاب کا ترکی زبان میں ترجمہ ہے۔

۸۔ ڈاکٹر عدنان آدیوار (۱۹۵۶) یہ کتاب خالدہ ادیب کے شوہر کے حالاتِ زندگی ہیں۔

انگریزی تصانیف

۹- MEMOIRS OF HALIDE EDIB - یہ کتاب ۱۹۲۶ میں لندن سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں مصنفہ نے اسی کو ترکی زبان میں "مور سالکم لی ایو" کے نام سے منتقل کر دیا۔ اس لحاظ سے یہ مستقل کتاب نہیں ہے۔

۱۰- THE TURKISH ORDEAL -(۱۹۲۸) - یہ بھی مستقل کتاب نہیں ہے، بلکہ اس کتاب کا نقشِ اول ہے جو بعد میں ترکی زبان میں "ترکون آتش لے امتحان" کے نام سے شائع ہوئی۔

۱۱- THE CONFLICT OF EAST AND WEST IN TURKEY.-(۱۹۳۵)
یہ جامعہ ملیہ دہلی میں خطبات کا مجموعہ ہے جو اردو میں بھی ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش کے نام سے شائع ہوا ہے۔ انگریزی ترجمہ کے بعد کے ایڈیشن ۱۹۴۶ اور ۱۹۶۳ میں لاہور سے شائع ہوئے۔ بعد میں خالدہ خانم نے مذکورہ بالا دونوں کتابوں کو ملا کر ترکی زبان میں ۱۹۵۵ ئیں شائع کیا، جس کا ذکر اس فہرست کے نمبر ۷ میں ہے۔

۱۳- INSIDE INDIA -(۱۹۳۷) یہ کتاب خالدہ کے دورۂ ہند اور پاکستان کے تاثرات پر مشتمل ہے اور اس کا "اندرونِ ہند" کے نام سے اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

ناول

۱۴- رائق کی والدہ - (۱۹۰۹)

۱۵- SEVIYYE TALIB -(محبت کی طالب) ۱۹۴۰

۱۶- خاندان - (۱۹۱۲)

۱۷- ینی توران -(نیا توران) ۱۹۱۲

۱۸- سون اثرمی -(آخری کتاب) ۱۹۱۲

۱۹- موعود حکم - (۱۹۱۸)

۲۰- آتش تن گوم لیک -(آگ سے بنی ہوئی قمیص) ۱۹۲۲- جنگِ آزادی کی داستان ہے- ۱۹۲۳ اور ۱۹۴۰ء میں اس کہانی پر مبنی فلمیں تیار کی گئیں۔

۲۱۔ قلنب آتمری سی۔ (درد دل) ۱۹۲۴ء

۲۲۔ وروں تحبیۂ۔ (۱۹۲۶) اس کو بھی ۱۹۴۹ اور پھر ۱۹۵۵ میں فلمایا گیا۔

۲۳۔ زینونن اوغلو۔ (زینو کا بیٹا) ۱۹۲۸

۲۴۔ سینک لی بقال۔ ۱۹۳۸۔ (SINEKLI BAKKAL) یہ نہ صرف خالدہ خانم کی سب سے زیادہ مقبول کتاب ہے بلکہ ترکی زبان کی سب سے زیادہ شائع ہونے والی ناول بھی ہے۔ ۱۹۷۴ تک اس کتاب کے ۲۲ ایڈیشن نکل چکے تھے۔ اس کا انگریزی ترجمہ THE CLOWN AND HIS DAUGHTER کے نام سے جب لندن سے شائع ہوا تو ٹائمز کے لٹریری سپلیمنٹ مارننگ پوسٹ، گلاسگو ہیرالڈ اور دوسرے برطانوی اخبارات نے اس پر شاندار تبصرے شائع کیے۔ اس کتاب پر ۱۹۴۲ میں جمہوری خلق پارٹی کا انعام دیا گیا۔ ۱۹۶۷ میں اس کی کہانی کو پردۂ فلم پر بھی پیش کیا گیا۔

۲۵۔ یول پلاس جنایت۔ (۱۹۳۷) اس ناول کو بھی ۱۹۵۶ میں فلمایا گیا۔

۲۶۔ تاتار جک۔ (۱۹۳۹)

۲۷۔ سون سوز ینایر۔ (نہ ختم ہونے والا میلہ) ۱۹۴۶

۲۸۔ دونر آئینہ۔ (۱۹۵۴)

۲۹۔ عقیلہ خانم سوکاک۔ (عقیلہ خانم نامی سڑک) ۱۹۵۸

۳۰۔ حیات پارچہ لری۔ (زندگی کے ٹکڑے) ۱۹۶۳

۳۱۔ ہیولہ۔ یہ ناول ۱۹۱۲ میں "مصور محیط" نامی اخبار میں سلسلہ وار شائع ہوئی تھی۔ غالباً ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئی۔

۳۲۔ سوداسوکاک۔ ۱۹۵۹ میں روزنامہ جمہوریت میں قسط وار شائع ہوئی اور مصنفہ کی وفات کے بعد ۱۹۷۱ میں کتابی شکل میں شائع ہوئی۔

۳۳۔ چارہ ساز۔ (۱۹۶۰)

افسانے

۳۴۔ خراب معبدلر۔ (ویران عبادت گاہیں)۔ ۱۹۱۱ء، افسانوں کے اس مجموعے میں بعض

مضامین بھی شامل ہیں۔

۳۵۔ داغہ چکان کرت۔ (پہاڑوں کے بھیڑیے) ۱۹۲۲۔ اس مجموعے میں بھی افسانوں کے علاوہ ان کے مضامین بھی شامل ہیں۔

۳۶۔ ازمیردین برو صائے۔ (ازمیر سے بروصہ تک) ۱۹۲۴۔ افسانوں کے اس مجموعے میں مشہور ترک ادیب یعقوب قادری (۱۸۸۹ تا ۱۹۷۴)، فالح رفقی اتائے (۱۸۹۴ تا ۱۹۷۱) اور محمد عاصم کے افسانے بھی شامل ہیں۔ خالدہ ادیب کے تین افسانے جو اس کتاب میں شامل ہیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ارنا فاطمہ۔ ۲۔ عائشہ کی شہادت۔ ۳۔ ہمارے جھنڈے کے نیچے

ڈرامے

۳۷۔ کنعان کے گڈریے۔ (۱۹۱۸)

۳۸۔ روح و ماسکہ۔ (روح د نقاب) ۱۹۴۵

تراجم

۳۹۔ مادر۔ (۱۸۹۷) جان ایبٹ کی کتاب کا ترکی میں ترجمہ ہے۔

۴۰۔ تعلیم و تربیت۔ (۱۹۱۱)

۴۱۔ بابر خان۔ (۱۹۱۴)

۴۲۔ گزمی بلدہ۔ (پوشیدہ شہر) ۱۹۲۸

۴۳۔ ہیملٹ۔ (۱۹۴۱) شیکسپیر کے مشہور ڈرامے کا ترجمہ جو وحید توران کے ساتھ مل کر کیا۔

۴۴۔ ناسل خوشونوزہ گیدرسہ۔ (NASIL HOSUNUZA GIDERSE) ۱۹۴۳

۴۵۔ کوریولانس۔ (۱۹۴۵) برنارڈ شا کے ڈرامہ کا ترجمہ

۴۶۔ انتونی و قلوپطرہ۔ (۱۹۴۹) برنارڈ شا کے ڈرامہ کا ترجمہ

۴۷۔ حیوان چفتلیک۔ (HAYVAN GIFTLIGE) ۱۹۵۴۔ یہ برطانوی ناول نگار جارج اورول کی مشہور طنزیہ ناولٹ (ANIMAL FARM) کا ترجمہ ہے جس میں اشتراکی روس کی زندگی پر تنقید کی گئی ہے۔

غیر مطبوعہ کتابیں

خالدہ خانم کی جو تحریریں ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئیں وہ یہ ہیں:

۴۸- استانبول میں ایک اجنبی -

۴۹ KERIM USTAIN OGLU

۵۰ CHIGENE KIZ

۵۱- KUBBEDE KALAN HOSH SADA

۵۲- BU DÖNEN KAVGA NEDIR

یہ کتابیں رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں لیکن کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئیں - ان کے علاوہ ان کے مضامین کی بڑی تعداد بھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئی - صرف چند مفید مضامین "خراب معبدلر" اور "ذرعہ چکان کرت" میں شامل ہیں - ان کی جلسہ عام کی تقریریں بھی مطبوعہ شکل میں نہیں - حالانکہ وہ اپنے وقت کی بہترین خطیبہ تھیں - منظفر اوتی گو نبیر نے خالدہ ادیب خانم سے متعلق اپنی کتاب میں جامع سلطان احمد کے میدان میں کی ہوئی تقریر کے کچھ حصے دیے ہیں -

آج کل اطلس کتاب یوی، استانبول کی طرف سے خالدہ خانم کی تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن از سرِ نو شائع کیے جا رہے ہیں - جمہوریت کے دور میں ترکی زبان میں چونکہ بڑی تبدیلیاں ہو گئی ہیں اور عربی فارسی کے وہ الفاظ اور اصطلاحات جو خالدہ ادیب خانم نے استعمال کی تھیں اب نئی پود کے لیے نامانوس ہو گئی ہیں، اس لیے نئی کتابوں میں زبان کو سادہ اور مانوس بنا دیا گیا ہے - یہ کام ترک ادیب بہا دُردر (BAHA DURDER) انجام دے رہے ہیں -

خالدہ ادیب کے بارے میں ترکی زبان میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ذیل کی کتابیں اہم ہیں :

۱- بہا دُردر (BAHA DURDER) : خالدہ ادیب کی زندگی اور فن ۱۹۴۰ء -

۲- ایچ اُگو رُول برلاس (H-UGU ROL BARLAS) خالدہ ادیب آدیوار: زندگی اور تصانیف ۱۹۶۳ء -

۳- حلمی یوجے باش (YUCE BASH) : خالدہ ادیب کے تمام پہلو - یہ مختلف مصنفوں

کے مضامین کا مجموعہ ہے جو ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔

۴۔ مظفر اوتی گونیر (MUZAFFAR UYGUNER): خالدہ ادیب آدیوار
دوارلک مطبوعات ۱۹۶۸ء

سینک لی بقال (۱۹۶۴ء) کے دیباچے میں بتایا گیا ہے کہ خالدہ خانم کی متعدد کتابوں کا انگریزی کے علاوہ فرانسیسی، جرمن، روسی، ولندیزی، ناروے یائی، سویڈنی، یوگوسلاوی اور اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

اساسیاتِ اسلام

از مولانا محمد حنیف ندوی

اس دَورِ تشکیک میں عالمِ اسلامی کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اسلام کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے موجودہ ارتقا کی روشنی میں کیونکر از سرِ نو مربوط اور استوار فکر کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ مولانا کی یہ کاوشِ علمی اسی مسئلہ کے حل و کشود کو بہ احسن وجہ پورا کرتی ہے۔ اس میں اثباتِ باری، اسلام کے نظامِ حیات، ایمان بالآخرت اور اسلام کے اخلاقی نظام کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کی پردہ کشائی بھی کی گئی ہے کہ اسلامی تہذیب و ثقافت کا مفہوم کیا ہے۔ نظامِ حکومت کے متعلق اسلام کس نظریے کا حامل ہے اور یہ کہ تقسیمِ دولت کے بارے میں اسلام کا تصورِ عدل کس اقتصادی ڈھانچے کا مقتضی ہے۔

مولانا نے اس کتاب میں مذہب، فلسفہ، تصوّف اور سائنس کے حقائق کو کامیابی کے ساتھ سمو کر بیان کیا ہے جس سے کتاب کی دلکشی اور معنویت میں بدرجۂ غایت اضافہ ہوا ہے۔

اسلوبِ بیان غیر معذرت خواہانہ، علمی اور شگفتہ ہے۔ قیمت دس روپے پچاس پیسے۔

(ملنے کا پتہ)

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ — کلب روڈ لاہور